

انگریزی و عربی ادب میں فن سوانح نگاری کا آغاز و ارتقاء
The Origin & the Development of the art of Biography in
English & Arabic literature

Muhamad Arshad Khan

Ph.D. scholar, Department of Islamic Studies,
 NUML Islamabad.

Hafizarshad1989@gmail.com

Khaliq Shahzad Sabir

Ph.D. scholar, Department of Arabic
 NUML Islamabad

Khalique2917@gmail.com

ABSTRACT

A biography is a comprehensive and detailed description of a person's life. All the basic facts of a person like education, work, contribution, relationship and death have been discussed in it. It depicts and portrays a person's experience very well. It presents a subject's life story. It is written by the person himself or sometimes with the help of a teammate or colleague. At the start of the eighteenth century, English biography had become an important extension of literature. Gradually, it has become an important genre of literature. As for as the Arabic biography is concerned, it is started in the end of 1st Hijra after the death of the Prophet Hazrat Muhammad (SAAW). This article presents the origin and development of biography in Arabic and English literature.

Keyword: Biography, Description, Literature, Development.

مقدمہ

کبھی کبھی زندگی کی موجوں میں گھرا ہوا شخص بعض وقت دوسروں کی داستان حیات سے اپنے اندر روح عمل کو بیدار کرتا ہے۔ جگ بیتی سے لطف اٹھانا اور دلچسپی لینا انسان کا فطری جذبہ ہے۔ کسی کی کامرانیوں اور ناکامیوں کی سرگزشت بڑی دلچسپ معلوم ہوتی ہے۔ انسان خواہ کتنا ہی مشغول ہو لیکن دوسروں کے بارے میں کچھ جاننے کا جذبہ اس کے اندر ہمیشہ کروٹیں لیتا رہتا ہے، ہمیں جس قدر اپنی ذات سے دلچسپی ہوتی ہے اسی قدر دوسروں کے حالات جاننے کا اشتیاق ہوتا ہے۔ ہم انکی زندگیوں کے سر بستہ راز کو کریدتے ہیں، ان کے کارناموں کو مشعل راہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں، اور ان راہوں پر عمل پیرا ہو کر کامیابی حاصل کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے کامیابیوں کی منزلیں طے کی تھیں۔ ان کی لغزشوں کی کٹھن ڈگر پر پھونک کر قدم رکھتے ہوئے گزرتے ہیں اور ان کے دکھ درد میں اپنے درد کا مداوا تلاش کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ انسان کو یاد رفتگاں ہمیشہ عزیز رہی ہے، اپنے بزرگوں کے کارناموں کو جمع کرنے یا درکھنے کا دستور آج سے نہیں قدیم ایام سے چلا آرہا ہے۔ یہاں تک جب انسان لکھنے پڑھنے کے نام سے بھی نا آشنا تھا اس وقت بھی اپنے سلف صالحین اور بدنام زمانہ لوگوں کی داستان کو اس نے اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا تھا۔ اپنے خاندان اور قبیلوں کا ذکر، کارناموں، لوک گیتوں، قصے کہانیوں کی شکل میں نسلاً بعد نسل بیان کرتا چلا گیا۔

سوانح نگاری کا ارتقاء:

جب بنی نوع آدم نے تحریر کو ذریعہ اظہار کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا تو سب سے پہلے انہیں خاص جذبات کی ترجمانی کی ضرورت پیش آئی ہوگی جو اسے عزیز تر ہوں اپنے عزیز و اقارب و قابل ذکر مشاہیر اور ان کے خاص خاص کارناموں کو محفوظ کر لینے کی خواہش پیدا ہوئی ہوگی۔ چنانچہ اس وقت کے تاریخی ماخذ پتھر اور مٹی کے سلوں پر کندہ نقوش ہیں جو اکثر ناقابل فہم ہیں ان کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بھی افراد کے حالات ہیں۔ مصر اور مشرق وسطیٰ کے بادشاہوں کی قبروں اور تابوتوں میں ایسی لیں برآمد ہوئی ہیں جن پر ان کی زندگی کے حالات لکھے ہوئے ہیں^(۱)۔

گردش زمانہ کے باوجود افراد کی سوانح لکھنے کا فن بتدریج ترقی کرتا چلا گیا۔ اور اس نے ادب میں ایک فن کی حیثیت اختیار کر لی، عربی ادب میں بھی سوانح نگاری کے فن نے بہت ترقی کی۔ اس فن کے ارتقائی مراحل سے

بحث کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم مغرب میں سیرت و سوانح کے فن کی ترقی کے بارے میں مختصراً معلومات حاصل کر لیں۔

انگریزی ادب میں سوانح نگاری:

انگریزی کتابوں اور ڈکشنریوں میں سوانح عمری کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔ مثلاً سوانح عمری تاریخ کی وہ شکل ہے جو انسانی نسلوں اور گروں سے نہیں بلکہ افراد سے متعلق ہے یا یہ کہ سوانح عمری ایک انسان کی پیدائش سے موت تک کے افکار اور افعال کا بیان ہے، یعنی حقائق کے ساتھ کردار اور ذہن کی نشوونما کا مرقع ہے، یہ انسانی شخصیت کی تصویر اور اس کی خارجی رد عمل اور داخلی احساسات کی کہانی ہے۔^(۲)

آکسفورڈ ڈکشنری میں اسکی تعریف یہ ہے کہ:

”سوانح عمری بطور ایک صنف افراد کی زندگی کی تاریخ ہے۔“^(۳)

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں سوانح نگاری کی تعریف یوں ہے:

”سوانح عمری کسی ذی روح کے لمحات حیات کی ہو بہو تصویر ہے۔“^(۴)

زمانہ قدیم میں جب انسان نے لکھنا پڑھنا سیکھا تو وہ اپنے بارے میں خود تعارف کراتا رہا، چنانچہ یورپی مورخ بڑے فخر کے ساتھ اپنی تاریخ بیان کرتے ہیں حتیٰ کہ اپنے جانوروں تک کا تذکرہ کرتے ہیں۔^(۵)

دراصل باضابطہ سوانح عمری لکھنے کا رواج سب سے پہلے یہودیوں کے یہاں ملتا ہے انہوں نے پہلے قدامت کے حالات زندگی جمع کئے۔ اس کے بعد اہل روم میں اس کا رواج ہوا اور جدید تحقیق کے مطابق اس سلسلے کی بہترین اور قدیم کوشش یونانی مورخ پلو تارک (Plutarch) کی کتاب ”قصص حیات متماثلہ“ ہے جو دوسری صدی عیسوی میں لکھی گئی۔^(۶)

اس کتاب کے ذریعہ ”پلو تارک“ اپنے زمانے کا سب سے مشہور یونانی ادیب بن گیا، ادب، ڈرامہ، سوانح نگاری کے میدان میں اس کتاب کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ ”توماس مورس“ نے اس کتاب کو فرانسیسی زبان سے انگریزی زبان میں منتقل کیا۔ ۱۵۹۷ء میں لنڈن سے اس کی اشاعت ہوئی تو اس کا نام مختصر کر کے ”قصص حیات“ یا ”حیوات“ رکھ دیا، لیکن یہ مختصر عنوان انگریزی میں اس کے منتقل ہونے سے پہلے عام ہونے لگا۔ ۱۵۳۵ء میں کارڈینال مورٹون نے ”حیات ریئتھاد الثالث“ کی اشاعت کی اس میں وہ لاطینی زبان سے متاثر نظر آتا ہے۔ اس کے بعد بہت سی کتابیں سامنے آنے لگیں جو سیرت و سوانح کے قبیل کی ہوتی تھیں اور جن کا

نام حیاتہ فلائن با حیاتہ مجموعہ ہوا کرتا تھا۔ اس کا آغاز ۱۶۲۱ء میں فرانسیس بیکن کی کتاب ”حیاتہ ہنری الثامن“ سے ہوا اور اختتام ۱۹۲۷ء میں مونا دیلون کی کتاب ”حیاتہ ولیم بلیک“ پر ہوا۔ اسی درمیان بہت سی دوسری سوانح عمریاں منظر عام پر آئیں جن کے عنادین باہم ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ مثلاً ۱۹۱۷ء میں جیمس بوزویل کی مشہور کتاب ”حیاتہ جانسن“ ہے۔^(۷)

لیکن اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ”پلو تارک“ کی کتاب ”قصص حیاتہ متماثلہ“ اس امر کی بہترین مثال ہے کہ سوانح کو ادبی لکھنے کے انداز میں کیا چیزیں درکار ہوا کرتی ہیں۔ پس اس نے اپنی کتاب میں یونان اور روم کی بہترین سورمانوں اور مشاہیر کے حیات و کارنامے قلمبند کئے ہیں۔ اور ہر ایک کی زندگی کا احاطہ مفصل اور افسانوی اسلوب میں کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ بہت سی نادر حکایتیں اور قصے و کہانیاں بھی بیان کئے ہیں اور ان لوگوں کی زندگیوں کے اخلاقی پہلوؤں کو خاص طور پر واضح کیا، تو گویا یہ کتاب ایسی تاریخ سے مرکب ہے جس میں ادب و اخلاق کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس نے سیرت و سوانح نگاری کا ایک نیا اسلوب تحریر لوگوں کے سامنے پیش کیا جس میں جہاں ایک طرف مشاہیر کی زندگیوں پر توجہ دی گئی ہے تو دوسری طرف ان کی شخصیت کے مثبت پہلوؤں و اخلاقی خوبیوں کو بیان کیا گیا ہے اور حتی الامکان ان کی منفی خوبیوں سے صرف نظر کیا گیا ہے۔

پلو تارک کا یہ اسلوب ایک زمانہ تک سیرت و سوانح نگاری کیلئے پسندیدہ رائج رہا۔ یہاں تک کہ جب اٹھارویں صدی کے آخر میں جدید کا آغاز ہوا تو فرد کے میں ایک متعین فکر و لطف وجود میں آیا جس کی رو سے معاشرے کی بنیادی مسائل کو سمجھا گیا تو اس وقت پلو تارک کے اسلوب کو سند حاصل ہو گئی اور جدید زمانہ سے قبل یہ سند عہد و سطر میں بھی مضبوط ہو گئی تھی۔ کیوں کہ اس وقت مختلف بادشاہوں اور پادریوں کی سوانح لکھتے ہوئے ان کی خوبیوں اور برائیوں کو تلاش کیا جاتا رہا ہے۔^(۸)

لیکن حالات کم و بیش اپنی جگہ باقی رہا، حتیٰ کہ انیسویں صدی میں نئے نئے رجحانات وجود میں آئے تعلیم کی کثرت ہوئی لوگوں نے سیاست اور معاشیات کے مسائل سے متاثر ہو کر پڑھنے لکھنے پر زیادہ توجہ دی، تو اس وقت سوانح نگاری میں پلو تارک کا پیش کردہ مفہوم ترقی کر گیا اب یہ فن صرف پادریوں بادشاہوں اور تاریخ کے اہم لوگوں کے کارناموں سے متعلق نہیں رہا اور شخصیت کے صرف ایجابی پہلوؤں پر توجہ مرکوز نہیں کی گئی بلکہ اس سے آگے بڑھ کر شخصیت کے دوسرے گوشوں کی تلاش شروع کی گئی اور خارجی عناصر پر توجہ دی گئی اس طرح اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے جو ذرائع ہو سکتے ہیں۔ مثلاً اس کی تقریریں، ڈائریاں، یادداشتیں، دوسرے اہم دستاویزات۔^(۹)

ان سب سے رجوع کیا گیا اور اسکی زندگی کی تصویر کشی میں عقل کے ساتھ ساتھ خیال سے بھی مدد لی گئی۔ چنانچہ سموئیل جانسن (۱۶۳۳-۱۷۹۷) کی ”حیاء شعراء انجلیز“ ۱۷۹۷ء میں شائع ہوئی تو اس نے اس کتاب کے مقدمہ میں اس بات کو بڑے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ کسی شخص کی زندگی کے بارے میں کچھ لکھتے وقت یہ ناگزیر ہے کہ حقائق بالکل صاف اور واضح طور سے پیش کئے جائیں اور اسمیں کوئی دوسری آمیزش نہ ہو۔ اس کا یہ خیال تھا کہ ہر شخص کی زندگی خواہ کتنی عظیم کیوں نہ ہو اس بات کا مطالبہ کرتی ہیں کہ اس پر تنقیدی نظر ڈالی جائے اور قابل اعتراض مقامات پر اس کی گرفت بھی کی جائے۔ چنانچہ اس کے بعد ”جیمس بوزویل“ نے جب خود کئی سالوں بعد جانسن کی زندگی مرتب کی تو اس وقت اس نے کتاب میں جانسن کے ہی پیش کردہ ضابطہ سوانح نگاری کو ملحوظ رکھا۔^(۱۰)

اس کے بعد سوانح نگاری بہت سی شکلیں اختیار کرتی گئی اور اس نے مختلف علوم و فنون کے ارتقاء سے خوب فائدہ اٹھایا، خاص طور سے علم النفس کے ارتقاء سے اور اس طرح اسے معروضی اور عقلی طرز نگارش کی ایک ایسی بڑی مقدار حاصل ہو گئی جسمیں فنی مہارت کا بھی پوری طرح سے خیال رکھا گیا اس کا سہرا لیٹن اسٹرپچی (۱۸۸۰-۱۹۳۳) جیسے عظیم آدمی کے سر جاتا ہے۔^(۱۱)

جس نے برطانیہ میں جدید سوانح نگاری کی بنیاد ڈالی۔ اسی طرح سوانح نگاری میں افسانوی طرز کے ایک بڑی مقدار کی آمیزش ہو گئی۔ اس میں جمالیات کا پورا پاس و لحاظ رکھا گیا، حقائق سے بقدر ضرورت مدد لی گئی اور اورڈرامہ نگاری کی فنی خوبیوں کو بھی استعمال کیا گیا اس کا سہرا اندر بہ موروا (۱۸۸۵-۱۹۴۷) کے سر جاتا ہے جو ایک فرانسیسی تھا۔^(۱۲)

اس طرح رفتہ رفتہ انسانی حالات اور کارناموں کو محفوظ کرنے کی یہ فطری خواہش بتدریج ارتقائی مراحل طے کرتی رہی، اور ایک فن کی شکل اختیار کر گئی، اس ضرورت ہر ملک اور ہر قوم کو پیش آتی رہی اور ہر جگہ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ اور موجودہ زمانے میں ہر قوم و ملک میں اس کا عام تصور موجود ہے۔

عصر حاضر میں علوم و فنون کی تیز رفتاری سے کون واقف نہیں دن بدن ایجادات اور نئے تجربات کا سلسلہ جاری ہے۔ اس میں شک نہیں کہ علوم و فنون کی دنیا میں یورپ کو اولیت حاصل ہے لیکن یہ بات حقیقت کے خلاف ہے کہ تمام علوم و فنون کے موجد بھی وہی ہیں، ان علوم و فنون کی خشت اول رکھنے کا سہرا فرزند ان ملت اسلامیہ کے سر ہے جس کا اعتراف مستشرقین کو بھی ہے۔^(۱۳)

اسی طرح فن نگاری سوانح نگاری کے ارتقاء کا سہرا بھی مسلمانوں کے سر ہے جنہوں نے اس فن کو ترقی دی البتہ فنی ترقی کے سلسلے میں انہوں نے یورپی مصنفوں کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا اور اسی طریقے سے پر چلنے کی کوشش کی۔

عربی ادب میں سوانح نگاری کا آغاز و ارتقاء:

عربی ادب میں سوانح نگاری کا فن گر انقدر اہمیت کا حامل ہے، آج یہ فن دنیا کی تمام زبانوں میں عظمتوں کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ہر زبان والے اس فن کے ذریعہ نابغہ روزگار شخصیات کو منظر عام پر لانے کی کوشش کرتے ہیں فن سوانح نگاری کے ذریعہ اہم شخصیات کو جانا جاتا ہے۔ عربی زبان و ادب میں بھی اس فن پر خصوصی توجہ دی گئی، امت مسلمہ روز ازل ہی سے اس فن کو متعارف کرانے میں پیش پیش رہی سب سے پہلے انہوں نے آنحضور ﷺ کی ذات گرامی کو نہایت مستند ذرائع سے قلمبند کیا، آج سیرت نبوی کی مختلف کتابوں میں مستند اسناد کے توسط سے سرور کائنات نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ فن ارتقائی مراحل طے کرتا گیا، صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین اہم لوگوں کے حیات و کارناموں پر روشنی ڈالی گئی۔

عربی ادب میں سیرت و سوانح کیلئے استعمال کی جانے والی اصطلاح کا سراغ لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ”سیرۃ“ اور ترجمہ دونوں کا مفہوم ”سوانح حیات“ ہوتا ہے۔ عربوں کے یہاں فرد کی تاریخ نے مختلف شکلیں اختیار کی تھیں جن میں اولین شکل ”سیرۃ“ کی تھی۔ سیرت کا لفظ سار، یسر، وسیراء سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں۔ (۱) جانا، روانہ ہونا، چلنا (۲) طریقہ و مذہب، (۳) سنت (۴) ہیئت (۵) حالات (۶) کردار (۷) کہانی (۸) خصوصیت کے ساتھ آنحضور کے مغازی کا بیان (۹) آخر میں آپ ﷺ کے پورے احوال کا بیان۔ (۱۴)

اس لفظ کے اصطلاحی مفہوم کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ لفظی معنی ”طریقہ“ سے نکل کر شروع میں اس پر خاص معنی ”طریقۃ المسلمین فی العالمۃ الکافرین“ غالب آگیا۔ شروع میں یہ نبی کریم ﷺ کے جنگوں میں طریقہ کیلئے بولا جاتا تھا پھر بعد میں تمام امور میں آپ ﷺ کے طریقہ کار کیلئے بولا جانے لگا، بلکہ اس سے بھی وسیع ہو کر دوسرے لوگوں کے طریقہ کار کیلئے استعمال ہونے لگا۔ (۱۵)

عربوں میں سوانح نگاری کی مختلف شکلیں رہی ہیں بعض کتابیں خصوصی طور سے کسی شخص کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ کرتی رہی ہیں تو دوسری طرف ایک ہی کتاب میں بہت سے لوگوں کے تذکرے ہوئے۔ ان

سب کیلئے ان کے پاس الگ الگ نام ہیں بردست جس لفظ سیرت سے ہم بحث کر رہے ہیں اس کا اطلاق شروع میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور ان کے مقدس غزوات پر ہوتا تھا۔ لیکن بعد میں عام ہو کر دوسرے لوگوں کی زندگیوں کیلئے بھی استعمال ہونے لگا، مثلاً عوانہ کلبی (۱۴۷۴) نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے خاندان کی تاریخ (سیرۃ معاویہ و بنی امیہ) کے نام سے تحریر کی۔^(۱۶)

اس کا تذکرہ ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں کیا ہے، اور اس کا زمانہ ظہور سیرۃ ابن اسحاق (۱۵۴۴) سے قریب لگتا ہے۔ بعد کے زمانوں میں یہ عمومیت برابر بڑھتی گئی۔ خود سیرت و سوانح کا فن جب آگے بڑھا تو اس کی بہت سی شاخیں طبقات، تراجم، اردو جرح و تعدیل وغیرہ کے ناموں سے مستقل فن کا درجہ اختیار کر لیا۔ جہاں تک لفظ ”ترجمہ“ کا معاملہ ہے تو اس کا استعمال ساتویں صدی کے اوائل تک نہیں ملتا، ساتویں صدی ہجری میں سب سے پہلے یاقوت حموی نے اپنے معجم میں اس لفظ کا استعمال کیا ہے، زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ لفظ ”ترجمہ“ کا استعمال اصطلاحی طور سے سوانح حیات کیلئے ہونے لگا اور لفظ ”سیرۃ“ کا استعمال طویل سوانح حیات کیلئے یہ تفریق بھی ماضی میں ملتی تھی، ادب جدید کی اصطلاح میں دونوں کو ہم معنی تصور کیا جاتا ہے۔ لفظ ”سیرۃ“ قرآن مجید میں بمعنی ہیئت، اور حالت آیا ہے۔ ”سنعیدھا سیر تھا الاوّلیٰ۔“ ۲۱، ۲۰ طہ (یعنی ہم اس کو پہلی حالت میں لوٹا دیں گے)

سوانح نگاری کے سلسلے میں یہ بات انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں مذکور ہے کہ اس کا آغاز مغرب میں ہوا اور رفتہ رفتہ ساری دنیا میں سوانح نگاری کا فن عام ہو گیا۔^(۱۷) لیکن مذکورہ بالا خیال مستند اور مدلل نہیں ہے کیونکہ سوانح نگاری کا اصل رشتہ جاہلی دور کے عربوں سے ملتا ہے۔ ان کی یہاں نسب ناموں کو حفظ کرنے کا رواج تھا۔ عرب کے قبائلی لوگ اپنے اپنے قبیلوں کے حسب و نسب اور امتیازی خصوصیات پر بڑے واضح انداز میں روشنی ڈالتے تھے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید سب سے پہلی کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قوموں، امتوں، نبیوں کے حالات کو بیان کیا ہے۔^(۱۸)

سوانح نگاری کا فن اور اس کا ابتدائی سرمایہ عربی زبان میں پہلے سے موجود ہے۔ سوانح کی اہم اور قدیم ترین شاخ سیرت نگاری ہے، یہ اصلاً حضور ﷺ کی حیات مبارکہ سے متعلق ہے، مسلمانوں نے فن سوانح نگاری میں سب سے پہلے اسی شعبے کو فروغ دیا، مغازی اور شمائل یہ دونوں اصناف بھی سیرت کے ساتھ ظہور میں آئیں، مسلمانوں میں سوانح نگاری کا رجحان سب سے پہلے حدیث کی وجہ سے ہوا کیونکہ حدیث کے راویوں کے صحیح حالات جمع کرنا اور ان کی چھان بین کرنا حدیث کی صحت کیلئے ضروری تھا۔ اس طرح علماء حدیث نے ہزاروں بلکہ لاکھوں

افراد کی سوانح کو جمع کیا۔ اس سے اشخاص کی زندگی سے دلچسپی کی تحریک پیدا ہوئی، اس فن کو ”اسماء الرجال“ کہتے ہیں۔ اسکی مثال دوسرے اقوام کے یہاں نہیں ملتی ہے۔^(۱۹)

اسلامی سوانح نگاری میں سیرۃ النبی ﷺ کو سب سے قدیم اور وسیع تصور کیا جاتا ہے۔ مؤرخوں اور ادیبوں نے اس کی طرف ابتداء میں توجہ دی۔ سیرت النبی ﷺ کے ساتھ ساتھ علوم حدیث کی طرف خاص توجہ دی گئی، رسول اکرم ﷺ کے عہد میں محض اس اندیشے سے حدیثیں نہیں لکھی گئیں کہ کہیں قرآن مجید کے کسی حکم سے خلط ملط نہ ہو جائے، تدوین حدیث کی توجہ سے بہت سے دوسرے علوم بھی پیدا ہوئے انہی میں سے علم التاریخ ہے جو تدوین حدیث کیلئے بہت مددگار چیز تھی، مؤرخوں نے فتوحات و غزوات صحابہ کرام کی تاریخ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان کے معرکے مختلف رسالوں میں قلمبند کیا ہے، یہ سوانح نگاری اور تاریخ اسلامی کیلئے ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔^(۲۰)

حدیث نبوی کی طرف توجہ دینے کی وجہ سے محدثین کی طرف توجہ کی گئی، ان کی مختصر سوانح حیات تحریر کی گئیں جو محدثین کی قدر و قیمت اور سندوں میں ان کی حیثیت کو بتاتی ہیں اس اقدام کی وجہ سے محدثین کی جرح و تعدیل پر کتابیں سامنے آئیں جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نبی ﷺ کی امانت کو سنبھالنے کیلئے وہ لوگ کس حد تک اہلیت رکھتے تھے۔ اسی طرح رجال حدیث کی کتابوں سے فن سوانح نگاری کا کام لیا گیا۔^(۲۱)

لیکن جہاں تک عربی زبان و ادب میں سوانح نگاری کی ابتداء کا سوال ہے تو اس کی بنیاد دوسری صدی ہجری میں پڑی، اس سے پہلے احکام و سیر سے متعلق تحریری سرمایہ موجود تھا لیکن چونکہ تصنیف و تالیف کا مذاق پیدا نہیں ہوا تھا اس لئے عرصہ دراز تک یہ عظیم سرمایہ تدوین و تربیت سے محروم رہا بعد میں متمدن قوموں سے تعلق پیدا ہونے کی وجہ سے عربوں میں خیال پیدا ہوا کہ وہ بھی اپنے آباء و اجداد کی سرگرمیوں کو سامنے لائیں۔ لہذا اہل علم تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے۔ اس سے قبل صرف حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبید بن شریح کو یمن سے بلا کر قدماء کے حالات تحریر کرنے کا حکم دیا اور اسی تحریری سرمایہ کا نام ”اخبار الماضین“ رکھا۔^(۲۲)

اور دوسری صدی ہجری میں ہی عون بن الحکم (م ۱۴۷ھ) نے ”سیرۃ معاویہ و بنی امیہ“ لکھی۔^(۲۳)

امراء میں علوم اسلامیہ کی تدوین و ترتیب کا سہرا حضرت عمر بن العزیز کے سر ہے جنہوں نے اپنے دور کے محدثین کو تدوین حدیث کا حکم دیا، تدوین حدیث کا یہی وہ پہلا دور ہے جب اس کا آغاز ہوا، محدثین نے حدیث کے متعدد مجموعے ترتیب دیئے، ان مجموعوں میں کسی خاص ترتیب کا لحاظ نہ تھا بلکہ صرف احادیث جمع کی جاتی تھیں

جہاں احکامات اور دوسرے موضوعات جمع ہو گئیں۔ عمر بن عبد العزیز نے ان احادیث کو سعد بن ابراہیم جو بہت بڑے محدث اور مدینہ منورہ کے قاضی تھے لکھوائیں اور ممالک مقبوضہ میں بھیجیں۔^(۲۴)

اسی طرح ابو بکر عمر و ابن حزم انصاری جو اس زمانے کے عظیم محدث تھے احادیث جمع کرتے اور لکھوانے کا حکم بھیجا۔^(۲۵)

دوسرے دور میں محدثین نے مختلف موضوعات کی احادیث الگ الگ جمع کیں اور ان میں ترتیب کا خیال رکھا۔ اس دور میں مغازی دسیر پر بھی توجہ کی گئی اور متعدد علماء نے تحریری کام کیا ان علماء میں ابو بکر بن حوم انصاری (متوفی ۳۲۲ھ) عاصم بن قتادہ انصاری (متوفی ۲۰۱ھ) اور ابن شہاب زہری (متوفی ۲۴۰ھ) کے نام سرفہرست ہیں۔ آخر الذکر کا نام اس لئے بھی اہم ہے ان کی ذاتی جدوجہد سے اس فن کو ترقی ملی اور علماء میں اس کے مطالعہ کا ذوق پیدا ہوا۔ ”موسیٰ بن عقبہ“ (متوفی ۲۱۱ھ) اور ”محمد بن اسحاق بن یسار“ (متوفی ۱۵۰ھ) امام زہری کے نامور تلامذہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ تدوین سیرت و سوانح کا تیسرا دور ان ہی دونوں بزرگوں سے شروع ہوتا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کی ”مغازی الرسول“ اگرچہ زمانے کی دست و برد سے محفوظ نہ رہ سکی تاہم سیرت کی معتبر کتابوں میں اس کے حوالے ملتے ہیں۔ محمد بن اسحاق نے بھی اس فن میں بے پناہ شہرت حاصل کی۔

عہد عباسیہ میں سیر و مغازی نے بہت ترقی کی اور خاص فن کی حیثیت اختیار کر لی، محمد بن اسحاق نے اس فن کو کافی ترقی اور دلچسپ بنایا۔ ابن ندیم نے ان کی کتاب ”کتب السیرۃ والمبتداء والمغازی“ کے علاوہ ”کتب الخلفاء“ کا ذکر کیا ہے۔^(۲۶)

ابن اسحاق کے بعد سیرت و سوانح نگاری میں محمد بن عمر الواقدی (م ۲۰۷ھ) کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ طبقات ابن سعد میں انہی سے زیادہ روایتیں منسوب ہیں، ابن ندیم نے ان کی کتاب کا نام ”کتب التاریخ والمغازی“ تحریر کیا ہے۔^(۲۷)

اس کے علاوہ ”ابن جریر الطبری“ (متوفی ۳۲۰ھ) نے ”تاریخ الرسل والملوک“ کے ذریعہ سیرت رسول اور بادشاہوں کے حالات پر روشنی ڈالی ہے۔ طبری نے ابن ہشام کی کتاب سے کافی روایات کو نقل کیا ہے اور اسی کا سہارا لیا ہے، مگر جو شہرت ابن ہشام کو ملی وہ کسی اور کے حصے میں نہ آسکی۔ کیونکہ اصلاً ابن ہشام نے سیرت کو ایک باقاعدہ فن کی حیثیت سے متعارف کرایا، انکی کتاب ”سیرت ابن ہشام“ سیرت پر ایک مستند اور اہم کتاب تصور کی جاتی ہے۔

رفتہ رفتہ ”سیرۃ“ کے مفہوم میں وسعت پیدا ہوتی گئی اور اس لفظ کے مفہوم میں آنحضرت ﷺ کے علاوہ صحابہ کرام، فقہاء، مفسرین، محدثین، نحاة، شعراء، صوفیاء کرام، قضاة، اطباء، فلاسفہ اور مختلف شہروں میں بسنے والی شخصیات کے احوال و کوائف بھی قلمبند کئے گئے۔ بعض بادشاہوں کی سوانح عمریوں یا بعض افسانوی ابطال کی معرکہ آرائیوں کیلئے بھی ”سیرۃ“ کا لفظ استعمال ہوا۔ مثلاً ”سیرۃ صلاح الدین“، ”سیرۃ منترہ“ اور ”سیرۃ سیف بن بدن“۔^(۲۸)

اسکے بعد عربوں میں سوانح نگاری کا عام ذوق پیدا ہوا اور اس موضوع پر تالیف کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان میں بعض کتابیں انتہائی ضخیم ہیں، بیشتر کتابیں متداول ہیں، ایسے حضرات کی ایک نامکمل فہرست مولانا شبلی نعمانی نے تیار کی ہے جنہوں نے اس فن پر کتابیں لکھی ہیں۔^(۲۹)

جیسے:

- (۱) پیغمبر اور صحابہ کے حالات، (۱) سیرت ابن اسحاق ابن ہشام کی تصحیح شدہ (۲) اسد الغابہ ابن الاثیر جدری۔
- (۲) ابن خلکان کی ”وفیات الاعیان“ اور ”وفات الوفیات“
- (۳) ثعلبی کی ”یتیمیۃ الدھر“
- (۴) یاقوت حموی ”معجم الادباء“۔ ادباء کا انسائیکلو پیڈیا
- (۵) ابن قتیبہ ”الشعر والشعراء“ کی کتاب کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے۔

مذکورہ بالا سوانح عمریاں عربی زبان و ادب میں زیادہ تر زماں و مکاں سے بحث کرتی ہیں اور اس سلسلے میں جو بھی تصنیفات موجود ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم تو وہ ہے جس میں اشخاص کی سیرت کو اساس بنایا گیا ہے۔ مثلاً ابو الفرج الاصفہانی کی ”کتاب الاغانی“ ابن السلام ”طبقات الشعراء“ اور ثعلبی کی ”یتیمیۃ الدھر“ وغیرہ۔

دوسری قسم وہ ہے جس میں نظم و نثر کے منتخب حصوں کو بنیاد و اساس بنایا گیا ہے اس سلسلے میں جو کتابیں بطور مثال پیش کی جاسکتی ہیں ان الجاحظ کی ”البیان والتبیین“ اور ابو عباس محمد بن یزید ”الکامل المبرد“ ابن عبد ربہ ”العقد الفرید“ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔^(۳۰)

ان دونوں اقسام کے ظہور کا سبب یہ ہے کہ یہ دونوں قدرے آسان تھیں اور ان کا لکھنا مصنف کیلئے کوئی زیادہ دشوار نہیں تھا۔ پھر یہ دونوں قسمیں سادے طرز تالیف کی نمائندہ اور تصنیف و تالیف کے سلسلے کی ابتدائی کڑیاں ہیں، اس میں سیرت و سوانح نگاری کے حقیقی پہلوؤں سے بحث نہیں کی گئی ہے۔ اور نہ ہی لوگوں کے حالات

اور ان کے ماضی کو بیان کیا گیا ہے۔ ان کتابوں میں صرف شخصیات کی سن پیدائش کچھ روایات کردہ واقعات اور احکامات اور شخصیت کی تاریخ وفات کے ذکر کے ساتھ بحث کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اور قدیم سیرت و سوانح نگاری سے متعلق عربی کتابوں میں واسلوب تحقیق اپنایا گیا جو یورپین مصنفین کے یہاں پایا جاتا ہے۔^(۳۱)

لیکن اس کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ دونوں قسمیں سوانحی طرز تالیف کی نمائندہ ہیں۔ اور سوانحی کتب میں ان کو ایک اہم مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ رہا مصنفین کی سوانح لکھنے کا مقصد تو آغاز میں دینی نوعیت کا تھا، اس کا آغاز حدیث نبوی، سیرت نبی اور سیر صحابہ کو جمع و ترتیب میں حد سے زیادہ دلچسپی کی وجہ سے پیدا ہوا، ادباء نے بھی محدثین سے بہت زیادہ متاثرہ تھے اور ان کا معاملہ یہاں تک پہنچا کر انہوں نے تعبیر اور ادائیگی کے صیغوں اور اسالیب میں ان محدثین کی پیروی کی۔^(۳۲)

اس طرح کی سوانح کی مثال ابن خلکان کی ”وفیات الاعیان“ یا قوت حموی ”معجم الادباء“، ثعلبی کی ”یتیمیہ الدھر“ ہے، اول الذکر میں شروع سے لیکر اپنے زمانے تک کے لوگوں کی زندگی پر مصنف نے مختصر آروشنی ڈالی ہے۔ ثانی الذکر میں صرف ادباء پر اظہار خیال کیا گیا ہے جبکہ آخر الذکر میں اپنی بساط بھر اپنے زمانے کے شعراء کی زندگی پر معلومات فراہم کی گئی ہے۔ لیکن یہ سب کتابیں اور ان کے علاوہ دوسری کتابوں کا معاملہ یہ ہے کہ ان میں تحقیقی اور اعلیٰ طرز بڑی حد تک مفقود نظر آتا ہے۔ ان میں حقائق کے ساتھ من گھڑت واقعات بھی شامل کئے گئے ہیں۔ بعض بے بنیاد واقعات کو بغیر کسی بحث و تحقیق کے ذکر کر دیا گیا ہے اور واقعات کو بغیر کسی متعین اصول و ضابطے کے پیش کر دیا گیا۔^(۳۳)

چنانچہ عالم اسلام میں اکثر سوانح عمریاں ایسی ہیں جو معروف و مشہور واقعات کا مجموعہ ہیں ان میں کوئی حدیث نہیں ہے اور نہ ہی زمانے کی تبدیلیوں کا احساس اسی طرح اسمیں جن اشخاص کی سوانح لکھی گئی ہیں ان کے ارتقائی مراحل کے بارے میں باریکی سے جائزہ نہیں لیا گیا، مختصر اگہا جاسکتا ہے کہ سوانح نگاری کی شکلیں متعین نہیں تھیں اور نہ ہی کوئی مکمل اور ہمہ گیر غرض و غایت، حتیٰ کہ یہ سلسلہ چلتا رہا اور طریقہ تحریر وغیرہ میں بعض معمولی تبدیلیاں ہوئیں یہ بھی زیادہ تر مغربی علم و ثقافت سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہے۔

دھیرے دھیرے عربی ادب میں سوانح نگاری کی کثرت ہوئی اور اس فن میں تنوع پیدا ہوا۔ الگ الگ شہروں و ملکوں میں مختلف افراد کی سیرت و سوانح لکھی گئیں، مردوں کے ساتھ عورتوں کے بارے میں بھی سوانحی کتابیں لکھی گئیں، یہاں تک کہ عصر جدید و قدیم میں سے دوسرا ادب اس کا ہم پلہ نہ ہو سکا۔^(۳۴)

جدید مصر میں سوانح نگاری:

جب نپولین نے ۱۷۹۸ء میں مصر پر قبضہ کیا تو اس وقت مصر میں علم و ادب سیرت و سوانح اپنے قدیم طریقہ پر ہی گامزن تھی، سیاسی و سماجی انتشار و انحلال کی شکلوں نے علمی و ادبی سرگرمیوں کو سست رفتار بنا دیا تھا، لیکن نپولین کے حملہ نے عربی زبان و ادب کیلئے ترقی کی نئی راہیں کھول دیں، اس نے مصر میں مختلف علوم و فنون کی تعلیم کی غرض سے مغربی طرز پر متعدد سکول کھولے گئے، جہاں بیشتر اساتذہ انگریزی اور فرانسیسی تھے، اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے مصری طلباء کو یورپی ممالک بھیجا گیا اس طرح مشرق و مغرب سے اشتراک کی شکلیں ابھرنے لگیں۔ یورپ اور مصر کے درمیان فاصلے کم ہونے ہوتے رہے نہ صرف سائنسی علوم و فنون کے میدان میں بلکہ زندگی کے معاشرتی تہذیبی، ادبی اور سیاسی شعبوں میں بھی برابر مغربی تہذیب و تمدن کے اثرات نمایاں ہونے لگے۔ مصر میں جدید دور کی آمد کا پتہ چلنے لگا۔ نئے نئے طبقات وجود میں آئے تعلیم کی کثرت ہوئی۔ سیاست اور معاشیات کے سائل سے متاثر ہو کر پڑھنے لکھنے پر زیادہ توجہ دی گئی۔ تو وقت فن سوانح نگاری میں انگریزی سوانح نگار ”پلوتارک“ کا پیش کردہ نظریہ بھی ترقی کر تا گیا، اب یہ صرف شخصیت یا فرد کے اہم کارناموں تک محدود نہ رہی، بلکہ شخصیت کے اور دوسرے گوشوں کو بھی سوانح لکھتے وقت شامل کیا۔^(۳۵)

اس لحاظ سے انیسویں صدی کی چوتھائی دہائی تک مصر میں عربی ادب کا ارتقائی پہلو اہمیت کا حامل ہے اگر ایک مغربیت و مشرقیت کے تصادم کے نتیجے میں مسلم معاشرہ ذہنی و فکری پریشانی و انتشار اور معاشرتی تبدیلیوں کا شکار ہوا دوسری طرف علم سیاست و ضاعت کے میدان میں جو جدید عالمی تبدیلیاں واقع ہوئی اس کا اثر بھی کیا اور باہمی مساوات کا نعرہ دیا گیا، اسی دور میں سوانح نگاری کیلئے جدید اسلوب بھی وضع کئے گئے، تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ یہ کوشش کی گئی تھی کہ حتی الامکان صاحب سوانح کی شخصیت کی صحیح عکاسی ہو سکے اور اس کے اقوال و اعمال پر بھی بھروسہ کیا جائے۔^(۳۶)

انیسویں صدی میں اس فن کا بحیثیت ایک مکمل فن کے تعارف عربی ادب میں مغربی ادب سے ملنے کے بعد ہوا، اس سے پہلے عربی ادب میں سوانح نگاری اپنے قدیم طریقہ پر رواں دواں تھی۔ اس میں صرف انسانی شخصیت ہی کو پیش کیا جاتا رہا ہے اور مختلف واقعات کو جوڑ کر شخصی زندگی کو مربوط کیا جاتا رہا۔^(۳۷)

بیسویں صدی میں عربی ادب نے فن سوانح نگاری کے قدیم جامہ کو اتار پھینکا۔^(۳۸)

اور یہ تبدیلی بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں رونما ہوئی۔ چنانچہ ڈاکٹر حسین ہیکل کی ”حیاء محمد“ ”ابوبکر الصدیق“ ”عمر الفاروق“ اور ڈاکٹر طہ حسین ”الشیخان“ ”علی ہاشم السیرۃ“ ”الفتنۃ الکبریٰ علی ونبوہ“ اور عباس محمود العقاد کی عمقریات اور دیگر اہم شخصیات کی سوانح کا ایک طویل سلسلہ سامنے آیا، دیگر ادباء اور مؤلفین نے بھی بہت سے صحابہ کرام، تابعین، امراء و رؤساء، اسلامی تاریخ کی عظیم شخصیتوں، ادباء و شعراء کے حالات کو نئے اندازے میں پیش کیا ان کتابوں میں صرف شخصیات پر اس کے ماحول کا کیا اثر ہوتا ہے، شخصیت اور زمانے کے مابین کون سے عوامل مشترک ہیں اور کس کس کا کس پر زیادہ اثر ہے جسکی سوانح لکھی گئیں ان کی شخصیت خواہ کیسی بھی ہو علمی تحقیق کا حق ادا کیا جاتا رہا ہے۔^(۳۹)

اور نئے نئے اسلوب اور طرز بیان میں سوانح عمریوں کو پیش کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔ الغرض مذکورہ بالا ادیبوں کی کوششوں کی وجہ سے مصر میں سوانح نگاری ایک مکمل فن کی حیثیت سے ہمارے سامنے آئی اور روز بروز ارتقائی مراحل طے کرتی جا رہی ہے۔ مذکورہ بالا ادیبوں میں ایک اہم اور مشہور نام عباس محمود العقاد کا ہے جنہوں نے سیرت و سوانح پر بے شمار کتابیں و مضامین لکھے جو ایک اعلیٰ فکر اور نئے اسلوب کی حامل ہیں اور ادبی دنیا میں کافی مقبول و معروف ہوئیں، اگلے ابواب میں ہم عباس محمود العقاد کی شخصیت اور بحیثیت سوانح نگار تفصیلی تذکرہ کریں گے۔

حوالہ جات

(۱) احسان عباس، فن السیرۃ، دار بیروت، لبنان، ۱۹۵۶ء، صفحہ: ۸۔

(۲) Dictionary of world literature By Joseph T. Shply Artircal "Biography" P 39

The consise Oxford Dictionary By J.B. Sykes P: 90

The New Encyclopedia Britannica Article "Biography" P 1006.

(۵) عبدالغنی حسن، التراجم والسیر، دار المعارف، ۱۹۵۵ء، صفحہ: ۱۰۔

(۶) احسان عباس، فن السیرۃ، صفحہ: ۹۔

(۷) الدكتور علی شلش، فن السیرۃ الذی اھملناہ، العربی مئی ۱۹۸۹ء، صفحہ: ۱۱۰۔

(۸) ایضاً، صفحہ: ۱۱۱۔

(۹) ایضاً، صفحہ: ۱۱۰۔

(۱۰) ایضاً، صفحہ: ۱۱۰۔

- (۱۱) احسان عباس، فن السيرة، صفحة: ۳۸-
- (۱۲) الدكتور علي شلش، فن السيرة الذي اهلنا، صفحة: ۱۱۱-
- (۱۳) جوزف دي كاهويو "اسلام والتقدم، مجلة الاهرام"، صفحة: ۱۱۹، ۱۹۲۲ء، مصر: بحواله الدراسات الاسلامية مجلة اسلامية، اسلام آباد، باكستان، اكتوبر، ديسمبر ۱۹۹۳ء، صفحة: ۸۱-
- (۱۴) فيروز آبادي "القاموس المحيط" جلد دوم، الطبعة الثانية، مكتبة المحسنة الحضرية، مصر ۱۹۵۲ء، صفحة: ۵۶-
- (۱۵) اردو دائره معارف اسلامية، مكتبة المثنى، جلد: ۱۱، صفحة: ۵۰۶-
- (۱۶) روزنتال، علم التاريخ عند المسلمين، مكتبة المثنى، بغداد ۱۹۶۳ء، صفحة: ۴۱-
- (۱۷) (The New Encyclopedia Britannica 15th Ed 1982 P 2/1008)
- (۱۸) الدكتور علي شلش، فن السيرة، صفحة: ۱۲-
- (۱۹) ايضاً، صفحة: ۱۴-
- (۲۰) محمد عبد الغني، التراجم والسير، دار المعارف، مصر، ۱۹۵۵ء، صفحة: ۱۸-
- (۲۱) ايضاً، صفحة: ۱۸-
- (۲۲) ابن نديم، الفهرست، المكتبة التجارية، مصر، القاهرة، بدون تاريخ، صفحة: ۲۴۴-
- (۲۳) جري زيدان، تاريخ آداب اللغة العربية، اعياء الثاني، صفحة: ۱۵۱-
- (۲۴) ابن عبد البر انزي، جامع بيان العلم، دار غريب، القاهرة، ۱۹۷۵ء، صفحة: ۳۶-
- (۲۵) ابن سعد، طبقات الكبري، المجلد الثاني، دار بيروت، بيروت، ۱۹۵۷ء، صفحة: ۱۳۴-
- (۲۶) ابن نديم، الفهرست، صفحة: ۱۴۲-
- (۲۷) ايضاً، صفحة: ۱۵۰-
- (۲۸) اردو دائره معارف اسلامية، جلد: ۱۱، صفحة: --
- (۲۹) علامه شبلي نعماني، "سيرت النبي" جلد: ۱، صفحة: ۸-۳۸، طبع بهفتم، مطبع معارف دار المصنفين، اعظم كره، ۱۹۷۱ء-
- (۳۰) احمد امين "فيض الخاطر" الجزء الثاني، صفحة: ۱۷۹، مكتبة النهضة المصرية، الطبعة الثالثة، القاهرة، بدون تاريخ-
- (۳۱) ايضاً، الجزء الثاني، صفحة: ۱۷۹-
- (۳۲) الدكتور علي شلش، فن السيرة الذي اهلنا، "العربي"، مئی ۱۹۸۹ء، صفحة: ۱۱۲-
- (۳۳) ايضاً، صفحة: ۱۱۲-
- (۳۴) محمد عبد الغني، التراجم والسير، صفحة: ۱۲-
- (۳۵) الدكتور علي شلش، فن السيرة الذي اهلنا، صفحة: ۱۱۱، العربي، ۱۹۸۹ء-
- (۳۶) محمد عبد الغني، التراجم والسير، صفحة: ۱۳-
- (۳۷) عبد الكريم الاشتر، النشر المصحري، الجزء الثاني، مطبعة لجنة التاليف والترجمة، مصر، ۱۹۶۱ء، صفحة: ۲۳۴-

(۳۸) محمد عبدالغنی، التراجم والسیر، صفحہ: ۱۳۔

(۳۹) ایضاً، صفحہ: ۱۴۔